تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

(سولھویں قسط)

(باب ثالث قریٰ عامرہ میں اجتماعیۃ متوسطہ کا قیام)

(ساکنان حجاز اعراب، بدو نہیں تھے)

(اور یہ آیت (۱۷۷) سے (۲۱۵) تک ہے)

مدنی قریوں میں ہوا شمار ہوتا ہے۔ اس کا نام ہمارے نزدیک اجتماع ثانی ہے اور انسانیت کے لئے یہی مدنیۃ لازمی و ضروری ہے اور اسی مدنیت سے مدنیۃ اعلیٰ یعنی شہنشاہیں اور بادشاہتیں بنتی ہیں۔ گو شہنشاہیت اور بادشاہت اس انسانیت کے لئے لازم و ضروری نہیں ہے۔

لیکن اجتماعیۃ متوسطہ میں کوئی اجتماع صالح اس سے خالی نہیں ہوتا اور یہی مدنیۃ و شہریت حجاز ام القریٰ اور مدینہ طیبہ و طائف میں موجود تھی۔ اور یہی اجتماعیۃ تھی جن کی اصلاح کی گئی اور اصلاح کے بعد قرآن نے اس کو اجتماعیۃ عامرہ کا قاعدہ، مرکز اور پایۂ تخت گردانا۔

اور اعراب اور دیہات کے اعراب اجتماعیۃ اولیٰ میں تھے اور یہ اجتماعیۃ متوسطہ کا بیاد تھا حجاز ... کے اجارہ ... نظم اور اجتماعیۃ کے مخالف نہیں تھے بلکہ اجتماعیۃ متوسطہ میں داخل ہونے پر ... ان کو یہ حکم تھا کہ اس اجتماعیۃ کی وہ اطاعت و فرمانبرداری کریں۔

(حکماء یورپ نے کیوں قرآن سے اعراض کیا؟)

وہ مفسرین جو کہتے ہیں کہ قرآن کے مخاطب اعراب بدو تھے وہ راہ صواب و صحیح سے بھٹک گئے ان مفسرین نے قرآن حکیم کے مطالب کو نیچے گرا دیا۔ قرآن حکیم کو انھوں نے درجہ ابتدائیہ میں ڈال دیا۔ اور یہ کسی طرح قرآن حکیم کی شان کے مناسب نہیں ہے گویا قرآن حکیم کے اندر فقط امور اجتماعیہ ... ہیں۔ اور اخلاق و معارف اسی قدر ہیں جو انسانیت کے درجہ ابتدائیہ کے مناسب ہیں۔ دوسرا کچھ نہیں ہے۔ تمام تفسیریں اسی قسم کے ادنیٰ اور معمولی امور پر مشتمل ہیں۔ اور سبب بنا قرآن حکیم پر غور و تدبر سے اعراض کا۔ کہ حکما نے قرآن حکیم پر غور و تدبر کرنے سے اعراض کیا ———

اور اس کا اثر ہمارے زمانے میں یہ ہوا کہ حکماء یورپ نے تعلیمات قرآن سے انکار کر دیا۔ تعلیم و اخذ میں مسلمانوں کی اولادیں، حکماء یورپ کی محتاج ہو گئیں اور آج مسلمان اس تعلیم کے واسطے سے حکماء یورپ کی عزت و احترام کرنے پر مجبور ہو گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ یورپ کے حکما قرآن حکیم کی طرف قطعاً نہیں دیکھتے۔ اور انکار و نقد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور حقیقتہً یورپ کے انکار کا مرجع ہماری یہ تفسیریں ہیں، نہ قرآن حکیم۔

میں نے ایک طویل بحث و تفتیش کی کسی کو میں نے نہ پایا کہ وہ لوگوں کو متنبہ اور باخبر کرتا کہ قرآن کے مخاطب اس زمانے میں ساکنان مکہ، مدینہ اور طائف کے لوگ تھے۔ جو اس زمانے میں متوسط درمیانی تمدن سے متمدن تھے۔ سوائے امام ولی اللہ رح کے کہ اس امام نے یہ بتلایا کہ قرآن حکیم کے مخاطب اس زمانے میں مکہ اور مدینہ اور طائف کے لوگ تھے۔ امام موصوف نے اس کی تصریح "بدورالبازغہ" میں کی ہے اور ذہین و عقلمند آدمی تو امام موصوف کی ہر کتاب میں یہ پا نے گا۔ امام موصوف نے تعلیمات قرآن حکیم کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اول یہ کہ مسلمانوں نے ایسی ... میں ... بنا نہیں بنائیں کہ ارتقاء و ترقی کے انتہائی منزلوں تک پہنچ گئیں۔ جن کو ... قوم کہ ... اور قرآن حکیم ایسی ہی شہنشاہی نہیں قائم کرنا چاہتا تھا اور مسلمان اسی لئے اپنے ماضی کی امارت پر فخر کیا کرتے ہیں عرب حکومت دمشق و اندلس پر فخر کرتے ہیں۔ اور کچھ حکومت بغداد پر بھی، اور عجم حکومت بغداد پر فخر کرتے ہیں۔ اور اس کے ماتحت یا آزاد حکومتیں نہیں اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور ان کا فخر کرنا۔ اور جیتا جاگتا عالم اور دنیا کے ساتھ ہر طرح کے

مناسبت بھی رکھتا ہے۔ لیکن ہمارا زمانہ دوسرا زمانہ ہے۔ ہمارا زمانہ دورِ انقلاب کا زمانہ ہے۔ تمام شہنشاہتیں اور بادشاہتیں ختم ہوگئیں اور لوگوں کے دلوں میں نسخ قرآنی کا یہ مطالبہ ہوگیا یہ سارا فخر بیجا اور بیکار ہے اور یہ انکار باطلہ جن کی بنیاد ہی باطل، غلط اور فاسد رکھی تھی ہندستانی پر یہ لوگ فخر کرتے تھے اگر قرآن حکیم پر یہ لوگ غور و فکر نہ کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ شہنشاہتیں جڑ بن سے اکھڑ جانے کے قابل ہی تھیں۔ اور انسانیت کو تمدن متوسط اور اس اجتماعیت پر لانا مقصود تھا جو فطرت انسانی کے مناسب تھا۔ اور جو خلاف فطرت نظام ہو اس کو توڑنا مقصود تھا۔ اور اسی بنا پر تاریخ میں جو عظیم ذہن تمدن سے متمدن تھیں ان کی ہلاکت و بربادی کے اسباب بیان کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ دنیا کی زندگی میں ایسے منہمک ہوگئے کہ آخرت کو انھوں نے قطعاً بھلا دیا۔ ان کی چال و چلن، اعمال و کردار بھدی طرح ظالموں کے سے ہوگئے تھے۔

ان شاہنشتوں اور بادشاہتوں نے ظلم کرنا لازم کرلیا تھا

موجودہ دنیات اور رذالتوں کا نتیجہ ظلم و جور کرنا، عدل و انصاف نہ کرنا ضروری اور لازم تھا یہ لوگ بڑی بڑی عالی شان عمارتیں اور پرانے زینت بڑے بڑے محل بناتے تھے قسم قسم کی زینتوں اور قیمتی سامانوں سے آراستہ، پیراستہ اور مزین ان کو رکھا کرتے تھے۔ اور یہ صرف ایک گروہ کے لئے ہوا کرتا تھا یہ مدنیت ان کی ابر جواریہ اور شاہنشتوں کا ماحصل اور نتیجہ تھا۔ اور ان کی ہلاکت و بربادی اور تباہی کا باعث ہوئیں اور یہی مدنیت ان کے لئے ابتلاء اور عذاب کا سبب بنی تو کیا ان چیزوں اور باتوں کے جانے کے بعد، ایسی شاہنشتوں اور ایسی بادشاہتوں پر فخر کرنا جائز اور درست ہے؟ اور کیا ایسی شاہنشاہتیں جو اُمتوں کو ہلاک و برباد کرنے کا سبب ہو ان پر فخر کیا جا سکتا ہے؟

حضرت امام ولی اللہؒ ان شاہنشاہیتوں اور بادشاہتوں کو جو ان کے زمانے میں تھیں۔ آگاہ کیا کہ تم لوگ تمدن متوسط کی طرف لوٹ آؤ، غلو چھوڑ آؤ. لیکن افسوس کہ اس بارے میں آپ کے کلام اور آپ کی باتوں کی طرف توجہ نہ کی، نہ آپ کا مقصد سمجھے، اور اس ہلاکت و بربادی کی راہ چلتے رہے اور ان کے طریقہ پر چلتے رہے. جن کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ بالآخر ہلاک ہوکر رہ گئے۔

اگر مسلمان امام ولی اللہ جیسے حکیم کی باتوں پر عمل کریں تو قرآن حکیم ان کے لئے حجت بن سکتا ہے

مجھے کامل یقین ہے کہ اگر حکما حکیم قرآن حکیم کی طرف اسی طریق اور اسی روش سے توجہ کریں جس طرح اور جس رنگ میں امام ولی اللہ نے توجہ کی ہے اور قرآن حکیم کی تفسیر ایسی ہی کریں جیسا امام موصوف نے کی ہے تو قرآن حکیم آج بھی تمام یورپ کے خلاف حجت بن سکتا ہے جیسا کہ پہلے حجت تھا۔ لیکن مسلمانوں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کی ہوس و خواہش ہلاک و برباد ہونے والوں کے ساتھ ہے۔ اور آج جو مسلمان کہلاتے ہیں ان کی صرف یہی باتیں ہیں۔ اور ان کے اتباع دہریت کی طرف ہے جو اپنے اعمال بد کو نیکی سمجھ کر اسلام کا نام دیتے ہیں۔ ان کی دعوت ان کی ہلاکت و بربادی کی طرف اور متبعین اصحاب جہنم کی طرف ہے۔

میں نے بہت سے مصائب کا تجربہ کیا ہے اور کہتا ہوں کہ اگر مسلمان امام ولی اللہ جیسے حکیم کے کلام سے آگاہ و باخبر نہ ہوئے اور کسی یورپ کے حکیم سے تعلیم حاصل کی تو ان میں اسلام نام کو بھی نہیں رہے گا۔ صرف اسلام کا نام ہوگا۔ الا ماشاء اللہ والی اللہ عاقبة الامور۔ تمام امور کا انجام اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے۔

قوله تعالیٰ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ

خدا کا فرمان!

مسلمانو! تم یہی نہیں کہ نماز میں اپنا منہ مشرق کی طرف کریں یا مغرب کی طرف کریں بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ اللہ اور روز آخرت۔ اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال عزیزوں کو محبت خدا میں رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں یا غلامی قید سے لوگوں کی گردنوں کو چھڑانے میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے رہے اور جب کسی بات کا اقرار کرلیا تو اپنی بات کے پورے اور تنگی میں

لِهِمْ إِذَا عٰهَدُوا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۤءِ وَالضَّرَّاۤءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰۤئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰۤئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۱۷۷	اور تکلیف میں اور ہلاچلی وقت ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو دعویٰ اسلام میں سچے نکلے اور یہی لوگ ہیں جن کو سچا متقی کہنا چاہیئے ۔

یہ آیت ایمانیہ اور اربعہ اخلاق کے اور اجتماعیۃ اولی پر مشتمل ہے اس تفصیل سے کہ اجتماعیۃ متوسطہ سے مناسب ہو ۔

اور دوام و ہمیشگی سفندر قانون کی جائے اور قانون یہ ہے کہ قید طلب رزق جو ہر انسان کے لئے ایک فطری چیز ہے جس پر خدا نے ان کو مفطور کیا ہے ۔ اور وہ یہ کہ معادن قدرت سے اکتساب کرے اور اصول اربعہ کو نہ چھوڑے ۔ اور اس لئے نہ چھوڑے کہ یہ ایک ایسے شخص کی اتباع کر رہا ہے جو معاون ارتفاقات پر جو مرکز اجتماع کے لئے ضروری ہیں غالب ہے ۔ اور یہ مرکز شعائر اللہ ہے اور الٰہی شعائر ہیں ایک بیت اللہ ہے جس میں اللہ کے نبیؐ نے قیام کیا اور اس کی کتاب کو پڑھا ، اور تمام مسلمانوں نے اس کے اردگرد نماز پڑھی ——— اس مرکز کی ایک صورت ہے اور ایک معنی ہیں ، اور اس آیت میں قرآن نے معنی کی طرف دعوت دی ہے نہ فقط صورت کی طرف ۔

اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تمام امتیں اور قومیں ان تین اخلاق یعنی ذکر و شکر اور صبر پر متفق ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ، البتہ مراکز شعائر ا[illegible] ... ہے ۔

اور شعائر اللہ کی تعظیم اس وقت کرنا جبکہ وہ نماز میں توجہ الی اللہ کرنے سے دور ہوں ، اور لوگوں کے نزدیک یہ مسلم بات ہے کہ ہر اس شخص کو جس کو وہ اپنے قبلہ کی طرف رخ کرتے پائیں اس کو وہ اپنی ملت سے پائیں ۔

لیکن قرآن اسی پر اختصار کرنے سے انکار کرتا ہے اور ان پر واجب کر رہا ہے کہ اصل معانی مقصود اپنی نظر میں رکھیں کہ کیا اس کے معانی کی طرف اس کی ملت اور ان کے قبلہ کی طرف منہ کرنے والے اس پر قائم ہیں کہ نہیں ؟

جب یہ لوگ سمجھ لیں اس معنی پر وہ قائم اور مستقیم نہیں ہیں ۔ تو ان کو متقین صادقین نہ گردانیں بلکہ منافق جیسا ان کو سمجھے ——— پس خدا کا یہ قول ——— شاہد ہے ۔

لٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ لیکن نیکی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائے ۔

ترقی پذیر اجماع جس کی تعمیر اخلاق اور اس کے مابعد سے کی گئی ہے وہ حظیرۃ القدس پر ایمان نام اور مفصل ہے اور حظیرۃ القدس میں تجلی الٰہی اور اس سے اتصال پیدا کرنا ہی ایمان باللہ ہے

اور حظیرۃ القدس انسانیت کو جذب کرتا ہے اس پر ایمان رکھنا یہ ایمان بالیوم آخر ہے ۔

اور حظیرۃ القدس میں بڑے بڑے ملائکہ اور فرشتے ہیں اور پیر وملاء سافل ہیں۔ ان کا اعتراف کرنا یہ ایمان بالملائکہ ہے ۔

اور حظیرۃ القدس ایک مکان ہے جس میں شرائع انسانیۃ عامۃ کا تقرر ہوتا ہے اس کا تقرر کا اعتقاد رکھنا یہ ایمان بالکتاب ہے ۔

اور حظیرۃ القدس انسانوں میں سے چند آدمیوں کو بجائے جوارا ور اعضا بنالیتا ہے تاکہ یہ لوگ تو بکہ اس میں تقرر ہو اس کی تکمیل کا ذریعہ بنیں اور انسانیت کو اس کی طرف رجوع کریں تو ان پر ایمان لانا انبیاء پر ایمان لانا ہے ۔

اور قرآن نے اس کی تصریح کر دی مشرق و مغرب کی طرف مختلف امتوں کا قبلہ گردانا صرف یہی اسلام نہیں ہے کیونکہ یہ تفریق کلمہ کی طرف مودی ہوتی ہے اور تعلیمات قرآن کا مقصد اجتماع عام ہے اور صرف اس رسم کو ادا کرنا جو معنی اور حقیقت سے خالی ہو مقصود اصلی کو پورا نہیں کرتا یہ اس وقت پورا ہوتا ہے جبکہ اہل قبلہ کے قلوب حظیرۃ القدس پر جیسا ہم نے ذکر کیا ہے تعین نہ کرے ۔ کیونکہ جب مختلف امتیں ایک معنی کی طرف توجہ کریں گی تو ان کا اختلاف صرف اوصاف اور صورت کا اختلاف ہوگا نہ معنی کا ۔

اس قدر ایمان رکھنا جو داعی الی الحق ہے اور موحدث الاجتماع ہے ۔ وہی مدار اجتماع وسطی کا ہے اور قرآن کی دعوت کا مقصد یہی ہے کہ تمام ملتوں میں اسے قائم کیا جائے نہ صرف یہ مقصود ہے کہ اس سے اجتماع عالیہ پیدا کیا جائے کہ ایک گروہ امتوں کا خدا جیسا بن بیٹھا ۔

تنبیہ

مسلمان عام طور پر عہد نبوی اور عہد شیخین ابوبکرؓ اور عمرؓ پر فخر کرتے ہیں اور عرب بنی امیہ کے

اصولوں پر فخر کرتے ہیں اور عجمی لوگ عہد بنی عباس پر فخر کرتے ہیں اس کے بعد ان لوگوں پر فخر کرتے ہیں جو ان کے بعد ہوئے ۔ ایران ، توران ، ہندوستان وغیرہ ان سب میں لوگوں کا احساس حقیقت قرآن سے بہت دور ہے کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے ۔ اس کا شعور نہیں ۔ اس کے بعد یہ لوگ یورپ کی کی مدنیۃ یورپ کا ترقی پذیر تمدن دیکھتے ہیں اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ کاش ہمیں یہ تمدن اور یہ مدنیۃ نصیب ہوتی ۔ یہ اپنے خلفاء کی تحقیر کرتے ہیں جن پر کل یہ فخر کرتے تھے ۔

یورپ کی ہلاکت و بربادی

ہم حکمت ولی اللہ کو لینے کے بعد ان تمام کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں ۔ پے در پے اور متواتر حکومتیں ہماری بنتی رہیں اور اجتماعیۃ اسلامیہ میں بنتی رہیں پھر بھی ہم اس ترقی کو نہ پہنچے جس تک مغربی دنیا پہنچی ہے اور اور خدا کا یہ فضل و کرم ہے اور اس کا احسان ہے ہم زمین پر ایک ہزار سال سے باقی ہیں اور موجود ہیں اگر ہماری مدنیۃ و شہرت وہاں تک پہنچ جاتی جہاں تک مغرب و یورپ پہنچا ہے تو ہم ہلاک ہو جانے والوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتے ۔

ارتقاء اجتماعیہ کو اجتماعیۃ وسطیٰ میں لانا واجب ہے

اگر ہماری مدنیۃ و شہریت یورپ کی مدنیۃ و شہریت تک پہنچ جاتی تو ہم ہلاک ہو جاتے ۔

ہم زمانہ سے غور کر رہے ہیں کہ تعلیمات قرآن کو اجتماعیۃ ادنیٰ تک پہنچا دیں اور اجتماعیۃ عالی ترقی پذیر ہو کر اجتماعیۃ متوسطہ تک ۔ پورے زمین کی تمام امتوں اور قوموں کو شامل کر لیویں اور ہم اجتماعیۃ وسطیٰ کو عرض میں پھیلانا چاہتے ہیں ۔ نہ طول و لمبائی میں ۔ کیونکہ میں پھیلانے سے امت ہلاک ہو جائے گی ۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں ہلاک ہو جائے گی ۔

انگریز ڈاکو لٹیرے اور ظالم ہیں

ہم انگریزوں کی شاہنشاہیتہ ترقی پذیر کو اچھے طرح سمجھتے ہیں ۔ اس پر صرف چند آدمی کی حکومت و فرماں روائی ہے اور دس سے اوپر ان کی تعداد نہیں ہے ۔ یہی لوگ اپنی خواہش نفسانی کے مطابق

حکومت چلا رہے ہیں یہی لوگ امتوں اور قوموں کو قتل کرتے اور ان کو بری طرح پیس رہے ہیں اور مختلف قسم کے فسادات کراتے رہتے ہیں۔ اصلاح کے نام سے جیسے ترشتے ہیں مذموم حملوں کی سی کی لسٹر ... کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس لوگوں کو غلام رکھنے کے لئے اور بغیر تلوار ... لئے عجیب و غریب نسخے موجود ہیں کہ خدا کے بندے حق صریح کو دیکھ نہ سکیں اور یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے رب تعالیٰ طویل زمانہ تک راضی و خوش نہیں رہ سکتا۔ قدرت خداوندی اپنی تدبیریں امتوں کی بیداری کی منتظر رہتی ہے کہ یہ قومیں اور امتیں اصل امر کے لئے بیدار ہو جائیں اور اس اجتماعیۃ جابرہ کو ختم کر دیں اور جتنا عرصہ اس اجتماع جابرہ کی تکوین میں لگا ہے اس سے کم عرصہ اور کم مدت میں ختم کر دیں۔ (۱)

---

(۱) مولانا مرحوم کی یہ پیشن گوئی پوری ہوئی۔ ۱۹۴۷ء میں انگریزوں کو ہندوستان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ بڑی آن، بان اور شان سے بھاگے۔ ہندوستان کو ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کر کے بھاگے۔ تمام شعبہ جات حکومت چھوڑ کر بھاگے اور تمام گورا فوج لے کر بھاگے اور یہ نتیجہ ہے اس شاہنشاہیت کا جو جمہوری روپ میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ یہ جمہوریت بھی عجیب و غریب ہے بقول مولانا مرحوم کے کہ اس کو دس آدمیوں سے کم چلا رہے ہیں۔ یہ دس آدمی بھی لارڈ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی ساری سلطنتوں، شاہنشاہیتوں اور جمہوریتوں کا یہی حال ہے۔ برطانوی شہنشاہیت، فرانسیسی شہنشاہیت، جرمن شہنشاہیت، اطالوی شہنشاہیت، روسی شہنشاہیت، امریکی شہنشاہیت، جاپانی شہنشاہیت وغیرہ تمام کی تمام شہنشاہیتیں اسی قسم کی ہیں۔

یہ شہنشاہیتیں اپنی اپنی صنعت و حرفت اور اقتصادیات کے پروگرام بناتی ہیں۔ جہاں ان کی ان منڈیوں میں فرق آیا اور دوسری حکومت نے ان منڈیوں میں دخل دینے کا ارادہ کیا آپس میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور بیچاری بے گناہ رعایا کو اپنے اپنے مستقرانہ مقاصد کے ماتحت کٹوا دیتے ہیں۔

چنانچہ پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی ہلاکت خیزیوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ ہم بین الاقوامی مزدور کانفرنس کے فراہم کردہ اعداد و شمار کو پیش کرتے ہیں۔ جس سے اس جنگ میں ہلاک ہونے والوں اور زخمیوں کی تعداد کا پتہ لگ سکتا ہے کہ یہ جمہوریتیں اور شہنشاہیتیں اور حکومتیں اپنی اپنی تجارتوں کی منڈیوں کے لئے کیا کرتی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور یہ لوگ دیکھ سکتے ہیں کہ روس کی قیصریت و حکومت میں عبرت کے لئے بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں اور اس سے بڑی یا اس سے کم نشانیاں ترکی میں خلافت آل عثمان کے زمانہ میں تھیں۔ روئے زمین کے گوشہ گوشہ سے اور ساری دنیا سے کھینچ کر جو کچھ آیا اپنے دارالخلافہ میں جمع کر رکھا ہے اور خلافت کو ان لوگوں

اور کیسے کیسے کھیل کھیلا کرتی ہیں

نام ملک	ہلاک شدگان	زخمی
جرمنی	۲،۰۰۰،۰۰۰	۱۵،۳۷،۰۰۰
روس	۱،۷۰۰،۰۰۰	۵۵۰۰۰۰
آسٹریا ہنگری	۱۵۴۲،۰۰۰	
فرانس	۱،۴۰۰،۰۰۰	۱۵۰۰۰۰،۰۰۰
اٹلی	۷۵۰،۰۰۰	۸۰۰،۰۰۰
دولت متحدہ برطانیہ	۷۴۴،۰۰۰	۹۰۰،۰۰۰
امریکہ	۶۶۸،۰۰۰	۱۵۷،۰۰۰

اس طرح ملکوں کے ہلاک شدگان کی تعداد ۸۲۰۴۰۰۰، اور زخمیوں کی اور لا پتہ لوگوں کی تعداد ۵۶۶۹۰۰۰ ہے اس کے ساتھ۔ اس کے ساتھ ان ملکوں کے چھوٹے چھوٹے ساتھیوں یعنی رومانیہ، بلغاریہ، یونان، جاپان، پرتگال، برازیل اور ہندوستان وغیرہ کے ہلاک شدگان اور زخمی شمار کرنے سے مذکورہ بالا تعداد ایک کروڑ ہلاک شدگان اور اسّی لاکھ زخمیوں تک پہنچ جائے گا۔

دولت کی تباہی کہ اس جنگ میں دولت کس قدر تباہ ہوئی اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ مگر ناظرین کی واقفیت کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ تمام جنگی مقامات کی زمین، ملکوں کی سڑکیں، پل، نہریں، گاؤں اور شہر تباہ ہو چکے تھے۔ فرانس، اٹلی، سرویہ، یونان، رومانیہ، روس کی لاکھوں میل زمین بیکار ہو گئی تھی اشیاء خوردنی اور تجارتی سامان سے لدے ہوئے متعدد جہاز سمندر کی نذر کر دیئے گئے۔ انتہائی ننگ فتنہ کن، سخت تباہ کن پالیسی اور خوفناک آلات جنگ کی وجہ سے ہر ایک ملک کی بیش قیمت فیکٹریاں کارخانے اور پیدا کرنے کے دیگر ذرائع تباہ و برباد ہو چکے تھے۔

بقیہ اگلے صفحہ پر

سمجھا گویا تمام اُمتیں اور قومیں ان کی محکوم ہیں اور یہ سب کے حاکم ہیں اور ظاہر ہے یہ طریقہ ہلاک ہونے والوں کا ہے ۔ اس میں اسلام اور اسلام کی کوئی چیز موجود نہیں اور تین صدی تک یہ خلافت اسی نہج پر چلتی رہی ۔

ذرا اندازہ لگائیے کہ اکیاون مہینے تک تقریبًا ایک کروڑ اسی لاکھ آدمی بغیر کچھ پیدا کئے ہوئے قدرتی اشیاء کی تباہی و بربادی میں معروف رہے اور تقریبًا چھ کروڑ انسان ان سپاہیوں کے لئے سامان حرب اور خوردنی اشیاء فراہم کر رہے تھے ۔ ساتھ ہی انتیس[۲۹] ملکوں کے باشندے اپنی اپنی کاروباری قوت اور روزمرہ کی ضروریات کو کم کر کے نیز اپنے پیٹ کاٹ کر اس تباہ کن گروہ سپاہیوں کو دودھ پلانے میں معروف تھے اتنی جسمانی قوت اگر کسی تعمیری کام میں صرف کی جاتی تو آج دنیا کی قسمت ہی بدل گئی ہوتی ۔

اس سے آپ موجودہ صنعتی تہذیب کی کاروباری اور پیداواری طاقت کا اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ جو اکیاون مہینے تک دنیا کو تباہ کرنے میں معروف رہی ۔ اور ساتھ اس کے جاری رکھنے والوں اور شہنشاہیت پرستوں کے جھوٹے دو غلط تخمینوں ، نیز اسکیموں کو بھی دیکھ سکتا ہیں کہ جنگ کے ابتدائی دن سے ہر ایک ملک کے سپاہیوں سیاستدانوں اور ڈپلومیٹس کا یقین تھا کہ یہ جنگ زیادہ سے زیادہ تین مہینے تک جاری رہے گی لیکن وہ اس مغالطہ میں ڈالنے والے اندازوں کی بدولت ہی اکیاون مہینے تک اپنی پبلک کو قوم پرستی کا ڈوز پڑھ کر پلاتے رہے اور یہ کہہ کر اطمینان دلاتے رہے کہ "بس تین مہینے اور" ۔

یہ تو پہلی جنگ کا حال ہے جو ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک جاری رہی لیکن دوسری جنگ جو اس سے کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کن تھی اس کا اندازہ کون پیش کر سکتا ہے کہ کتنے آدمی مارے گئے ۔ کتنے صنعتی کارخانے تباہ کئے گئے ۔ کتنی عورتیں بیوہ ہوگئیں ، کتنے بچے لاوارث ہو گئے اور کتنی دولت اس جنگ میں تباہ تباہ و برباد ہوئی ، کتنے شہر ویران ہوئے اور کتنے پل اور سڑکیں توڑی گئیں ؟

یہ نتیجہ ہے یورپ کی ان شہنشاہیتوں اور جمہوریتوں کا کہ اپنے لئے بازار اور منڈیاں تلاش کرنے اور منڈیاں بنانے میں کیسے کیسے کھیل کھیلا کرتے ہیں اور کیسا کیسا پروپگنڈہ کرتے رہتے ہیں ۔

اس قسم کی سلطنتوں ، شہنشاہیتوں اور حکومتوں اور جمہوریتوں کا تباہ ہو جانا ہی بہتر ہے ۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا ۔

بقیہ اگلے صفحہ پر

اسی طرح ہم ہندوستان کو بھی دیکھ رہے ہیں کہ جب ان میں میانہ روی رہی ان کی حکومت چلتی رہی جب غلو، افراط و تفریط کی طرف چل پڑے تو اسفل السافلین میں جا گرے۔ یہ تنبیہ ختم ہوئی۔

اسلام کی مالی سیاست

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى — اور اس کی محبت میں قرابتداروں کو دیا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔تا۔۔ وَفِي الرِّقَابِ — ۔۔۔۔ تا گردنیں غلامی سے آزاد کرانے میں دیا۔

یہ مراد ہے عدم انتقاد اجتماعیہ ملو مفرط کی طرف کیونکہ اجتماع صالحہ متوسط مال و دولت کو مرکز میں جمع نہیں کرتا۔ بلکہ مال و دولت کو افراد کی حاجتوں اور ضرورتوں پر صرف کرتا ہے۔ ان کو غنی اور الدار بنا دیتا ہے اور یہی طریقہ ہے بقا، تمدن کا کہ بہت دنوں تک ایک مدت طویل یہ تمدن باقی رہتا۔ یہ اجتماعیہ مال و دولت کو اس طرح استعمال کرے۔ پہلے اپنے ذوی القربیٰ کو دے۔ ذوی القربیٰ میں سے کسی کو محتاج نہ رہنے دے۔ اور ذوی القربیٰ پر تقسیم کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ تقسیم میں حکمت کی پیروی کرے اور حکمت سے یہ مراد ہے کہ پہلے تمام اقربیٰ اور قرابتداروں کو دیکھے اور ان کو مستقل مشغلہ پر لگا دے۔

یہ تو یورپ کا حال ہے لیکن اسلامی تعلیم تو یہ ہے:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ

اور اس کی محبت اور قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں اور گردنیں قید غلامی سے آزاد کرانے میں دیا۔

اجتماع صالح بنانے کے لئے اس سے بہتر تعلیم مل نہیں سکتی اور اجتماع صالح کے بغیر دنیا کو امن و چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور اس بے چینی کا سبب یورپ کی مستعمرانہ پالیسی اور ان کی غلط سیاست مالی ہے اس غلط پالیسی، اور غلط سیاست کی وجہ سے، کرۂ زمین بے چین و مضطرب ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ابوالعلاء محمد اسمٰعیل گودھروی کان اللہ لہٗ

تو ان کی استعداد و قابلیت کے مناسب ہو۔ جب ذوی القربیٰ اور قرابتداروں کو دیکھے کہ مال کی قلت کی وجہ سے کوئی کام نہیں کرسکتے تو ان کی امداد کرے۔ اور جس قدر ان کو احتیاج ہو پوری کردے، یہی صحیح اتفاق ہے اور اصول حکمت کی رُو سے ذوی القربیٰ پر خرچ کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

از روئے حکمت خرچ کرنے کا طریقہ

دوم یہ کہ ان کو صرف مشغلہ اور کام نہ بتائے بلکہ کام میں جس قدر ضرور ہو اس کی کفالت کرے اور جو کچھ وہ امداد کرے اس کی طرف نظر رکھے ان کے سپرد نہ کردے کہ سپرد کرنا اس کے لئے اور اقربا کے مہلک ثابت ہوگا اور یہ خرابی عدم رعایت حکمت کی وجہ سے ہوگی۔

ذوی القربیٰ پر خرچ کرنے کے بعد اپنی قوم کے مسکینوں، منہاج حکمت کے طور پر خرچ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کی مثال دے کر سمجھایا ہے۔ مثال یہ ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ سوال کیا۔ آپؐ نے اس کو سوال سے منع کردیا۔ اور اس کے پاس راس المال تھا۔ اس سے جلانے کی لکڑی لانے کا حکم فرمایا کہ جنگل سے لکڑی لاؤ اور فروخت کرو چنانچہ اس سے وہ مالدار ہوگیا۔ تو انسان یتیموں اور مسکینوں پر اس منہاج حکمت کی رُو سے خرچ کرے۔

پھر دوسری قوم کے لوگوں پر خرچ کرے۔ جو حر اور آزاد ہیں مثلاً کسی ابن سبیل مسافر کو کوئی ضرورت پیش آئی تو اس نے مانگا تو اس پر خرچ کرے۔

اس کے بعد غلاموں کے آزاد کرانے پر خرچ کرے۔ اس ترتیب سے درجہ بدرجہ خرچ کرے اس طرح خرچ کرنا کل انسانیت کو جمع کرلینا ہے۔ (۱)

مال کو اپنے گھر میں جمع نہ کرے۔ بلکہ اپنی ضروریات سے فاضل ہو اس کو لوگوں پر خرچ کرے۔ جب ساری امت کی یہ عادت ہو جائے گی تو سب کے سب ہلاکت و بربادی سے بچ جائیں گے۔ لیکن جو شخص یا جو گروہ کنز اور خزانہ جمع کرنے میں لگ گیا۔ اور خرچ کرنے میں بخل سے کام لے اور روپیہ پیسہ جائیداد

---

(۱) حتی کہ مشرکین اور کفار اور ذمیوں وغیرہ پر بھی صرف کرے۔ دیکھو جصاص کی طرف انہوں نے اس ذیل خداوندی کی طرف لکھا ہے۔ ولیس علیك جناح۔

محمد نور رشید

و ملکیت جمع کرنے میں مشغول ہو جائے تو ایسے لوگ جلد سے جلد ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔ اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد سہی۔

تحریم سود کے فوائد

ماحصل اس سبب کا یہ ہے کہ اجتماعیہ صالحہ سرمایا داری کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ہاں اجتماعیہ صالحہ اصول مضاربت کی صورت سے اشتراک کو پسند کرتا ہے۔ جیسے ہمارے زمانے میں کواپریٹو سوسائٹی کرتی ہے لیکن سود کو قطعاً اور حتماً حرام سمجھا جائے۔ اس کا ذکر آخر میں دور خلافت میں آئے گا۔

تنبیہ

شیخ ابراہیم بن عبداللہ سندھی کا قصہ ان کے انگریز استاد کے ساتھ

ہمارے ساتھ ہمارے کام میں ایک شخص جو ماہر اقتصادیات تھے اور بمبئی یونیورسٹی کے اونچے درجے پر مامور تھے جن کا نام ابراہیم بن عبداللہ سندھی ہے۔ وہ بمبئی یونیورسٹی میں متوں میں اول نمبر کامیاب تھے۔ اور خاص خدمت پر مامور تھے۔ اپنے استاذ اقتصادیات کا ایک واقعہ اور قصہ نقل کرتے ہیں اور ان کے یہ استاذ اپنی تعلیم کے زمانہ میں لارڈ کرزن کے رفیق خاص تھے۔ اس استاذ نے شیخ ابراہیم سے پوچھا کیا اسلام مال سے انتفاع حاصل کرنے سے روکتا ہے؟ یہ یورپ والوں کی تعبیر ہے۔ اہل یو... ...ں کو مال کا نفع کہتے ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مال کا نفع حاصل کیا جاتا ہے ویسے ایک نفع یہ بھی ہے۔ یہ قول مشرکین کے قول جیسا ہے جس کی قرآن نے حکایت کی ہے:

انما البیع مثل الربا: بیع و شراکت مثل ربوا اور سود کے ہے۔

پھر اس استاذ نے کہا جب مال نفع حاصل کرنا حرام اور ناجائز ہے تو انسان اجتماعیہ میں عالی مقام اور تمدن کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ شیخ ابراہیم نے اپنے استاذ کو جواب دیا آپ کے ظن و گمان کی رُو سے اسلام انتفاع مال کو قطعاً حرام نہیں کہتا بلکہ ایک خاص قسم کے نفع کو حرام کہتا ہے۔ یہ اس طرح کہ جب نفع و نقصان دونوں میں رب المال یعنی مال کا مالک اور عامل سے کام کرنے والا دونوں شریک

ہوں تو اسلام اس نفع کو منع نہیں کرتا۔ لیکن نفع جب صاحب مال لیتا ہے اور نقصان ہو تو عامل کام کرنے والا بھگتے تو یہ حرام ہے اس کا نام سود ہے اور سود قطعی حرام ہے۔ تھوڑا ہو یا بہت ہو اور اسمیں کوئی حیلہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

جب اس استاذ نے سکون خاطر سے اس کو سنا تو ابراہیم کی ران پر اپنا ہاتھ مارا اور کہنے لگے۔ آہ، یورپ تو اب ہلاک ہوگیا اگر اس نے اس اصل کو نہ لیا جو اسلام نے پیش کی ہے۔

حکایت ختم ہوئی

جب سے میں نے شیخ ابراہیم سے یہ حکایت سُنی میں نے ہمت کی کہ نوجوان تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے ربا (سود) کی حرمت پر جو قرآن نے پیش کی ہے کچھ کہہ سکوں۔ وگرنہ اس سے پہلے میرا یہ حال تھا کہ اس مسئلہ کو میں مقصود بالذات بنا کر چھیڑتا ہی نہ تھا۔ البتہ اس کی مضرتوں اور نقصانات کی طرف اشارہ کردیا کرتا تھا۔ اور جو کچھ کہتا اس کے مضرات و نقصانات کی حرمت پر لکھتا۔ لیکن جو مضرت عامل پر رب المال کی جانب سے پیدا ہوتی ہے اس پر میں شیخ ابراہیم کی تصریح سے پہلے آگاہ ہی نہیں تھا۔

جب میں نے شیخ ابراہیم سندھی کے سامنے کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے چند جملے پیش کئے جو اس باب میں امام ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھے ہیں تو وہ بہت ہی متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ مسلمانوں کے پاس عربی میں یہ علوم موجود ہیں ؟ میں نے تو کسی سے نہیں سنا کہ اس مسئلہ کے متعلق اس نے اشارہ بھی کیا ہو، اور میں جانتا ہوں کہ یورپ والے یہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں کے پاس یہ علم ہے۔ اب میں اس بات کو جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس مسئلہ سے ربط و تعلق رہا ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اسلام حقیقی علم سے خالی نہیں ہے۔

اس کے بعد جب میں نے اہلِ علم کے سامنے یہ حکایت بیان کی تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے اور بعض اہل علم نے مجھ سے کہا ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ ایسے شخص سے وہ کوئی چیز لے۔ جس نے مغربی یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہو۔ ایک آپ ہی ہیں جو مغربی تعلیم پانے والے سے کچھ لے رہے ہیں۔

کیونکہ میں نے صاف صاف تصریح کردی کہ میں نے یہ فائدہ ایک جوان صاحب ثقافت سے لیا ہے۔

روسی تحریک اسلام کے خلاف ہے

حاصل کلام یہ کہ انقلاب روس سے پہلے میں اس قدر جانتا تھا۔ لیکن جب میں نے انقلاب روس اور انقلابیوں کے نظریات کو دیکھا تو ہم نے استاذ شیخ ابراہیم کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اور ان کے قول کو سچا تسلیم کیا۔

اس کے بعد ہم نے اپنے مطالعہ کے دائرہ کار کو بقدر امکان وسیع کر دیا۔ تو ہم نے دیکھا کہ اکثر اہل علم نے صاف صاف تصریح کر دی ہے کہ اسلام ربا (سود) کو حرام قرار دیتا ہے۔ یہ لوگ اشتراکیت کو دعوت دے رہے ہیں، تحریک روس کی تحسین کر رہے ہیں کہ یہ تحریک اسلام کے موافق ہے۔ ہم دیکھ رہے کہ یہ اجمال تصریح انسانیت میں مفاسد عظیمہ پیدا کر رہی ہے اور اہل علم کے لئے کسی طرح جائز نہیں کہ اس کے مضرات سے چشم پوشی کریں۔ اور اسی سلئے میں نے اپنی پوری توجہ کی کہ میں وہ چیزیں بیان کروں جس پر میرے کلمہ کے مطابق اس چیز کو باطل کر دوں۔ جس پر ابطال راس مال کی بنا ہے اور اس کو دوسرے تمام مفاسد سے پاک وصاف کر دوں مثلاً انکار ادیان اور فساد اجتماعیہ، ابطال سنن نکاح اور تربیت اولاد وغیرہ وغیرہ سے پاک وصاف کر دوں۔ اور ابتداء ہی سے میں نے اپنے برنامجہ (پروگرام) کو مرتب کر لیا ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ سرے سے قلع قمع کر دوں، لیکن اسلام کے نام سے نہیں۔ بلکہ دوسرے طریقہ پر، کیونکہ یہ لوگ اس کو دینی، مذہبی تحریک کہتے ہیں۔ اور دینی و مذہبی تحریک کی طرف مغرب و یورپ کے انقلابی قطعاً دیکھتے ہی نہیں۔ اور مشرق و ایشیا کے انقلابی یورپ والوں کی اقتداء کرتے ہیں اس سلئے میں نے ایک برنامجہ (پروگرام) وطنیت ہندیہ کے نام سے مرتب کیا ہے تاکہ انگریز اور ہندوستان کے ہندو غیر مسلم اور روسی اور روس کے پیرو اس کی طرف توجہ کریں۔ اور ضرور وہ توجہ کریں گے۔

اور میں نے اس ضمن میں اشارہ بھی کر دیا کہ میں ایک ہندی مسلمان ہوں اور اسلام ابداً اور قطعاً ان کے راسمالیہ اور عملی پروگرام کا ساتھ نہیں دیگا۔ یہ اسلام کے اصولی نظریہ کے خلاف ہے۔ اسلام کے موافق نہیں ہے میں نے اس کی تصریح ہی نہیں کی بلکہ پوری پوری کوشش کی اور اس کو امور میں رکھ دیا جو پیچھے پیش آنے والے امور ہیں۔ اور یہ اس لئے کیا کہ انقلابی لوگ اس سے بدلیں نہیں۔ اور اس سے نفرت نہ کریں اور ان اسباب پر غور و خوض کریں۔

انقلابی لوگ حقانیت اسلام کا اعتراف کرتے ہیں

میں خدا کی حمد و شکر کرتا ہوں کہ میں اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب رہا۔ ان تینوں امتوں اور قوموں میں سے ایک بھی میرے برنامجہ (پروگرام) کی تردید نہیں کرسکا۔ انھوں نے مسائل اقتصادیہ عالمیہ میں حقانیت اسلام کا اعتراف کرلیا۔ اور دلوں میں اس پر یقین کرلیا۔ اور یہی میرا مقصد تھا۔ ہم اپنے برنامجہ (پروگرام) کے نافذ کرنے پر قادر رہیں یا نہیں یہ دوسری بات ہے۔ میری اس سے ترقی پذیر انقلابی امتوں اور قوموں میں اسلام کی تبلیغ ہے۔ اور ممکن اور بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ قبول فرمالے۔ اور وہ میں پورا کردوں جس کی امیدیں ہمارے شیخ کے شیخ مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ رکھتے تھے۔ اور وہ یہ کہ جو شخص یورپ کی زبان جانتا ہے اس کا فرض ہے کہ کلمۂ اسلام اس تک پہنچا دے۔ میں ایک ایسا طالب علم ہوں جس کی ان کی طرف نسبت ہے میرا یہ عمل ان کے مقصد کے بڑے حصہ کو پورا کردے گا۔

آج میں کہتا ہوں کہ اگر تحریم ربا (سود) کو قطعی طور پر نافذ ہو جائے تو یہ شروع ہی سے تفریق مال اپنے مال پر موذی گا۔ یعنی سود حرام کردیا جائے اور قطعی بند کردیا جائے تو اس سے تفریق مال ماحول پر لازم ہو جائے گا۔ اور اسی کی طرف قرآن حکیم کا اشارہ ہے۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ　　　اور اس نے اپنا مال خدا کی محبت میں دیا۔

اور یہ امر قرآن حکیم میں بڑا اہتمم بالشان اور اہم ہے اصول اخلاق ایمانیہ سے ہے اور یہ اصل خاص ہے اور پہلے چار اصول سے ملحق ہے یہ ایسا امر نہیں ہے جیسا بعض فقہاء مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد زکاۃ ہے۔ یہ بڑی اور سخت غلطی ہے۔ امر زکاۃ اس کے بعد ہی آتا ہے۔ اور یہ جزو ایمان ہے کیونکہ ہمارے نزدیک ایمان عبارۃ اصول اخلاقیہ ہیں جس کی بنا حظیرۃ القدس پر ایمان و یقین لازم ہے۔

ہم یہاں ہمارے شیخ کے شیخ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے کلمہ "ایمان" کی تفسیر میں کہا ہے۔ وہ یہاں پیش کردیتے ہیں مولانا محمد قاسمؒ صاحب فرماتے ہیں "فقہاء مسئلہ نیت کو خوب جانتے ہیں اور اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور نیت بمعنی کسی خاص کام کا ارادہ امر خداوندی کی تعمیل کرنا ہے، مثلاً نماز کی نیت، زکاۃ کی نیت وغیرہ، پس تمام ماموراتِ الٰہیہ کی ایک ہی ساتھ ادا کرنے کی نیت رکھنا یعنی ایسی نیت کرنا کہ تمام اعمال پر صادق آئے، یہی ایمان ہے۔ ہم ہمارے فقہا کے قول کو جو اس قول کے موافق ہے پیش

کرتے ہیں۔ فقہاء کا قول ہے۔

الایمان اقرار باللسان وتصدیق بالقلب — ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور قلب سے تصدیق کرنے کا۔

منطقیوں کی اصطلاح میں کلمۂ تصدیق امر مرکب کی تفصیل کا نام آتا ہے جو جملہ کی مانند ہوتا ہے۔ لیکن یہ تصدیق عقل سے ہوتی ہے اور ہمارے فقہاء کی تصدیق بالقلب ہے۔ غرض یہ ہے کہ ہم نے منطقیوں کی تصدیق سے احتراز کیا ہے۔

پس تصدیق بالقلب عزم قلب بالصدق ادام ما اقر بلسانہ کا نام ہے اور وہ یہی ہے۔

آمنت باللہ کما ھو باسمائہ و صفاتہ وقبلت جمیع احکامہ۔ — میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ہے ایمان لایا اور اس کے تمام احکام کو میں قبول کیا۔

اس کے زبانی اقرار کو ہمارے فقہاء نے ایمان میں داخل کر دیا ہے اس کے ساتھ تصدیق قلب کو اس نیت کہ اس کو ادا کرنا واجب ہے تو ہمارے شیخ کے شیخ کا قول فقہاء کے قول کی تشریح ہو جائے گا اور تصدیق قلب اعمال نفس کا ایک عمل و کردار ہے یہ صرف معرفت نہیں ہے تو ہمارے شیخ کے شیخ کے قول کے یہ معنی ہوں گے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔

اور جو تفسیر حنفیہ نے اپنے ائمہ کی کی ہے۔ درحقیقت وہ سلف کے پیرو ہیں۔ کوئی فرقہ بدعتی گروہ نہیں ہے ——— یہ استطرادی اور ضمنی کلام یہاں ختم ہوا۔

قولہ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ — اور نماز اس نے قائم کی اور زکوٰۃ دیتا رہا۔

اقامت صلوٰۃ ۔ نماز پڑھنا، اور فرائض اسلامیہ عملیہ میں پہلا توجہ الیٰ حظیرۃ القدس ہے۔ دوسرا مال کو ایک خاص قانون کے ماتحت خرچ کرنا ہے۔ پہلا خلق کا درجہ ہے جو کسی قانون سے مقید نہیں ہے۔ اور یہ انسانی اجتماعیۃ کا عنوان ہے اور یہ اجتماعیہ حظیرۃ القدس کے تابع ہیں تو اس اجتماعیہ کو قائم کرنا۔ اصول اخلاق سے ہے اور جو قانون نے اس پر فرض کیا ہے اس کا ادا کرنا اس کا مصداق زکوٰۃ ہے۔

اسلام میں قانون دو درجے رکھتا ہے۔ پہلا درجہ مکہ میں موجود تھا کہ جو حاجت ضروریہ سے فاضل

ہو خرچ کریں اس کو عفو کہتے ہیں۔ یہ بغیر تعیین نصاب کے واجب تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ مکہ میں مقیم تھے اس حکومت اجتماعیہ کا حق تھا کہ وہ انفاق خرچ کا مطالبہ کرے۔ اور وہ لوگ مطالبہ کریں ۔ ۲ اس حکومت اجتماعیہ کا تابع اور پیرو ہو اور حکومت نے جن کو انفاق میں نائب مقرر کیا ہو۔ اس وقت یہ نہیں تھا کہ مال جمع کرنے کے لئے کوئی مخصوص گھر ہو۔

قولہٗ تعالیٰ — قولہٗ تعالیٰ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا — اور جنہوں نے عہد وعدے کو پورا کیا جبکہ اس نے عہد وعدہ کیا ہے۔

حکومت اسلامیہ کی سیاست غیر مسلم رعایہ کے ساتھ

یہ مصالح خارجیہ میں ہوا کرتا تھا۔ کہ یہ لوگ اپنے عہد کو پورا کریں۔ اسوقت اجتماعیۃ اسلامیہ دو قسم کے لوگوں پر مشتمل تھا۔ ایک قسم ان لوگوں کی تھی جو شریعت کو قبول کر لیتے اور ایک قسم ان لوگوں کی تھی جو ان کے ساتھ خاص معاہدے کے ذریعے اتحاد رکھتے تھے۔ یہ لوگ ذمی کہلاتے تھے۔ اور ذمیوں کے وہی حقوق اجتماعیہ بن جاتے تھے۔ جو مسلمانوں کو حاصل تھے۔

روح اجتماعیہ کے قائد امام ابوحنیفہؒ اس سے واقف تھے۔ انھوں نے ذمی کے قصاص میں مسلم کا قتل کرنا جائز بتلایا ہے۔ گو ان تینوں فقہا نے اس کی مخالفت کی ہے اس سے ہم سمجھے کہ اصل روح اجتماعیۂ اسلامیہ کی طرف فقہاء ثلاثہ کا خیال نہیں گیا۔ اور ایسا اس لئے ہوا کہ فقہاء ثلاثہ کی نظر زمانہ انقلاب کی طرف تھی۔ اور یہ اس طور پر کہ انقلابی مسلمان کافر اجتماعی کے بدلہ قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قاعدہ کلیۂ مسلمہ ہے لیکن یہ قاعدہ فقط انقلاب کے زمانے میں محدود ہے۔ یعنی جہاد ہو رہا ہو۔ اسی زمانے کے لئے خاص ہے لیکن جب جہاد وقتال مسلمانوں اور کافروں میں ختم ہو جائے اور کفار اسلام کے ذمہ میں آگئے۔ اور حکومت اسلامیہ کی بالادستی اور غلبہ ہر حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے اور انقلاب اسلامی کی مخالفت سے باز آگئے تو اس وقت دینی انقلاب کے نظام میں یہ حکم جاری نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کا خون اسی طرح محفوظ ہوگا۔ جس طرح مسلمانوں کا خون محفوظ ہے۔

(جاری ہے)